محمدی ﷺ انقلاب کے چند خط و خال

تحریر: پروفیسر سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ

وہ انقلاب جو رسول اللہ ﷺ لائے، اس کی ابھری ہوئی خصوصیات کیا ہیں؟ اس روئے زمین پر جو انقلابات برپا ہوئے، ان کے تقابلی مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں سے بعض انقلاب محض سیاسی تھے، بعض اقتصادی تھے، بعض ثقافتی تھے، مگر وہ انقلاب جو رسول اللہ ﷺ نے اس روئے زمین پر برپا کیا، وہ اخلاقی بھی تھا، روحانی بھی تھا، ثقافتی بھی تھا، سیاسی اور اقتصادی بھی تھا، طبعیاتی (PHYSICAL) بھی تھا، مابعد الطبعیاتی (META PHYSICAL) بھی تھا۔ لینن اور ماؤ کا انقلاب محض اقتصادی اور سیاسی تھا، اخلاقی اور روحانی نہ تھا۔ لینن اور ماؤ جدلیاتی (DISLECTICAL MATERIALISM) کے قائل ہونے کی وجہ سے مابعد الطبیعات کے سرے سے منکر ہیں۔ پس لینن اور ماؤ کے برپا کیے ہوئے انقلاب بھی ناقص اور ادھورے ہیں۔ مختلف انقلابوں کے تقابلی مطالعہ سے یہ بات مجھ پر منکشف ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے انقلاب سے زیادہ جامع، ہمہ گیر اور بھرپور انقلاب اس روئے زمین پر آج تک برپا نہیں ہوا۔

محمدی ﷺ انقلاب ابتدائی مرحلوں میں

یہ کہنا حقائق کی سراسر تکذیب ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو انقلاب لائے، وہ ابتدائی مرحلوں میں صرف اخلاقی اور روحانی انقلاب تھا اور معاشی مسائل پر توجہ بہت بعد میں منعطف کی گئی۔ اگر ابتدائی مکی سورتوں کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ابتدائی مرحلے میں جہاں نماز کی تلقین کی گئی ہے، اللہ سے تعلق جوڑنے کی ترغیب دی گئی، معاشی انقلاب کا آغاز بھی اسی مرحلے میں ہو گیا تھا۔

سورۃ الھمزہ مکی سورت ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِنِ الَّذِىْ جَمَعَ مَا لاً وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ﴾ ''ہلاکت ہے ہر طعنہ زنی اور عیب چینی کرنے والے کیلئے جس نے مال سمیٹا اور گن گن

کر (تجوریوں میں) رکھا۔ اس کا گمان ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ سدا رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہڈیوں کو چٹخا دینے والی دوزخ میں اسے جھونک دیا جائے گا۔"

سورۃ تکاثر میں دیکھیے۔ ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾ "مال کی بہتات کی ہوس نے تمہیں غافل کر دیا اور یہ ہوس تمہیں مرتے دم تک لگی رہتی ہے۔ ہوش کرو اس کا انجام تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔"

ابولہب بہت مالدار آدمی تھا۔ انقلاب کے ابتدائی مکی دور میں اس کا نام لے کر اعلان کیا گیا:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ﴾ "ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوا۔ اس کا مال اور دولت جو اس نے سمیٹی تھی اس کے کام نہ آسکی۔" [المسد 1-2]

پھر سورۃ ماعون ملاحظہ فرمائیے: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ "کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو جھٹلاتا ہے ارتکازِ دولت کی سزا کو۔ یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو خود کھانا کھلانا تو درکنار اس کی ترغیب بھی نہیں دیتا۔"

ایک دوسرے کی ضد میں، ایک دوسرے کے ساتھ حریفانہ کش مکش میں ہم نے حقیقتوں کا چہرہ مسخ کیا۔ ہم نے اس انقلاب کا حلیہ بگاڑا۔ رسول اکرم ﷺ نے معاشرے کو معاشی اعتبار سے شدت سے جھنجوڑا اور اس انقلاب کا آغاز اپنی ذات سے کیا۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

آغاز اپنی ذات سے کیا

اسبابِ راحت اور اسبابِ تعیش کا تو وہاں گزر نہ تھا، اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی بھی معاشرے کے حوالے کر دیں۔ خود فقر و فاقہ کی سختیاں جھیلتے رہے اور غریبوں، مسکینوں اور بے نواؤں کی چارہ سازی کرتے رہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں پر چکی چلانے سے گٹے پڑ گئے تھے، خود جھاڑو دیتی تھیں اور گرد اڑ کر ان کے کپڑوں پر پڑتی تھی۔ خود پانی بھرتی تھیں اور مشکیزے کے پٹے کے نشان ان کے کندھوں پر پڑ گئے تھے۔ ایک دن اپنے بابا سے خادم مانگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اتقی اللہ یا فاطمة وأدی فریضة ربک واعملی عمل أهلک، هی خیر لک من الخادم)۔ [سنن ابی داؤد: 2990]

"اے فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو، اپنے رب کے فرائض ادا کرتی رہو اور اپنے گھر والوں کے کام کاج

میں لگی رہو۔خادم ہونے سے یہ زندگی جو تم بسر کر رہی ہو تمہارے لیے بہتر ہے۔"

اس انقلاب کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی ذات اور گھر سے ہوا۔انقلاب مارکس اور لینن کا ہو یا ماؤ کا ہو یا رسول اللہ ﷺ کا ہو، یاد رکھیئے وہ ہمیشہ انقلابی کی ذات اور گھر سے شروع ہوتا ہے۔تاریخ عالم اس بات کو جھٹلاتی ہے کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ انقلابی خود راحت اور تعیش میں ڈوبا ہوا ہو اور اس نے معاشی انقلاب برپا کیا ہو۔

محنت کش اور مزدور کو عزت بخشی

رسول اللہ ﷺ نے جھوٹے وقار (FALSE PRESTIGE) کے خلاف جہاد کیا۔وہ گھر کا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔صحاح ستہ کی مختلف روایات، جو سیدہ عائشہ صدیقہؓ امام حسن بصریؒ اور سیدنا ابو سعیدؓ سے مروی ہیں، سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بکری کا دودھ خود دوہ لیتے تھے، کپڑے کو پیوند خود لگا لیتے تھے۔اپنی جوتیاں خود گانٹھ لیتے تھے۔گھر میں جھاڑو دینے میں بھی عار نہ تھا۔بازار سے سودا سلف خود اُٹھا کر لاتے۔

مسجد قبا کی تعمیر شروع ہوئی تو صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے تھے۔صحابہؓ عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! آپ رہنے دیجیے ہم جو اٹھا رہے ہیں مگر آپ برابر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔پھر مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو آپ صحابہؓ کے ساتھ مل کر کچی اینٹیں بنانے کا کام کرتے رہے اور خود اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لاتے اور صحابہ کرامؓ یہ شعر پڑھتے تھے۔

لئن قعدنا والنبی یعمل
فذاک منا العمل المضلل

(اگر ہم بیٹھ جائیں اور نبی ﷺ کام کریں تو ہمارا بیٹھ جانا بہت ہی برا عمل ہوگا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(خیر الکاسب العامل اذا نصح) [مجمع الزوائد]

"کسب معاش کرنے والوں میں سب سے بہتر محنت کش ہے جب وہ اخلاص سے کام کرتا ہے۔"

حدیث میں ہم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ (کان یاکل مع الخادم)."وہ اپنے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔" یہ اسلامی نظام حیات کی ابجد ہے۔یہ ایک المیہ ہے کہ جو لوگ معاشرے میں اسلام کی طرف دعوت دینے والے ہیں وہ عملی طور پر اس کی ابجد ہوز سے بھی محروم ہیں اور نوکر کو اپنے دستر خوان پر بٹھانا تو ان کیلئے ناقابل تصور ہے۔لاہور میں گزشتہ دنوں ایک ڈنر میں شرکت کا اتفاق ہوا۔جس میں بڑے بڑے حامیان دین اور مفتیان شرع متین شریک تھے۔میں نے میزبان سے کہا کہ میرے ڈرائیور کو اندر بلا لیجئے۔وہ کھانا

میرے ساتھ کھائے گا۔ میرے ڈرائیور کو تو انہوں نے ذرا سی پیش و پس کے بعد بلا لیا مگر بیسیوں ڈرائیور اور چپڑاسی رات گیارہ بجے تک بھوکے بیٹھے رہے۔ میرے ڈرائیور نے مجھے بعد میں بتایا کہ سب ڈرائیور اور چپڑاسی ان اسلام کے علمبرداروں کو گالیاں دیتے رہے اور ان پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ ہم اسلام کا نام محض (SLOGAN) کے طور پر بولتے ہیں اور اس ملک میں سوشلزم کا لفظ بھی (SLOGAN) کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

رخ پر نقاب مصلحتوں کے پڑے ہوئے

لب پہ زمانہ سازی کی مہریں لگی ہوئیں

جیسے زبان و دل میں کوئی ربط ہی نہیں

مؤقف کی بنیاد ضد اور عناد پر نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ دشمن اگر صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے تو آپ گندے اور غلیظ کپڑے پہننے لگیں۔ یہ نہیں کہ اگر آپ کا دشمن سچ بولتا ہے تو آپ اس کی ضد میں آ کر جھوٹ بولنے لگیں۔ یہ نہیں کہ آپ کا حریف غریب مزدور اور کسان کی حمایت کرتا ہے تو آپ ان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں یا ارتکاز دولت کرنے والوں کی حمایت کرنے لگیں۔ علامہ اقبالؒ حقیقی معنوں میں حکیم الامت تھے۔ انہوں نے مزدور اور کسان کی حمایت میں بھرپور آواز ہ بلند کیا۔ ایک ایسا آواز ہ جس میں سب آوازیں مدھم ہونے لگیں۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا

دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

اپنی نظم ''سرمایہ و محنت'' میں کہا۔

دست دولت آفریں کو مزدیوں ملتی رہی

اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوۃ

اور اپنی نظم ''الارض'' میں جاگیرداروں کو شدت سے جھنجوڑا۔

دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں

تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں!

اپنے ایک مضمون میں یوں رقمطراز ہیں۔ '' مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ اس خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے۔

﴿فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ ''اس کی نوازش سے تم بھائی بھائی ہو گئے''۔

میرا اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کسی قوم کے افراد صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے اخوان نہیں

ہو سکتے جب کہ وہ ہر پہلو سے ایک دوسرے کے ساتھ مساوات نہ رکھتے ہوں اور اس مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے سوشل نظام کے ممکن نہیں۔ جس کا مقصود سرمایہ کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق اور تولید ہو۔'' [زمیندار۲۴، جون ۱۹۲۳ء] قرآن مجید بار بار دولت مندوں سے کہتا ہے کہ تمہارے مال میں غریبوں کا حق ہے یعنی تم ان پر کوئی احسان نہیں کرتے ہو۔ ﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ''ارض و سماء کے ہم ہی مالک ہیں'' اور ﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ﴾ ''اور ہم ہی ہیں کہ تمہیں بھی اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں'' اسی لیے قرآن وحدیث میں بار بار کہا گیا ہے کہ ''تمہارے مال میں غریبوں کا حق ہے۔'' ﴿وَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ﴾ [الذاریات: ۱۹] ''ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔'' اور فرمایا ﴿وَ آتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ﴾ [الاسراء: ۲۶] ''یعنی مسکینوں کا حق انہیں دے دو۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ان فی المال حقاً سوی الزکوۃ) ''یقیناً مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے بھی لفظ ''حق'' ہی استعمال فرمایا۔

ساری دقتیں اور دشواریاں دولت کو گردش میں لانے کے سلسلے میں اسی لیے ابھرتی ہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین نہیں آتا کہ ہمارے مال میں غریبوں کا حق ہے۔ حقدار کو حق دلانا ہر حکومت کا فرض ہوتا ہے اور جب بھی کوئی حق غصب کرتا ہے تو حکومت جبراً حقدار کو حق دلاتی ہے۔ اگر ہمیں یہ یقین آ جائے کہ غریبوں اور مزدوروں کا ہمارے مال میں حق ہے تو منطقی اعتبار سے ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ اگر غاصبان حق برضا ورغبت حقداروں کو ان کا حق دینے پر آمادہ نہ ہوں، تو حکومت جیسے دوسرے حقداروں کو جبراً دلاتی ہے، یہ بھی غریبوں کو جبراً دلائے۔ ''تشکیل الٰہیات جدیدہ'' میں علامہ اقبالؒ نے امام ابن حزمؒ کا چھ بار ذکر کیا ہے۔ امام ابن حزمؒ جو بہت بڑے محدث تھے۔ المحلی کی چھٹی جلد میں لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جس کے پاس فالتو سواری ہے وہ اسے لوٹا دے، جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد غذا ہے، وہ ان لوگوں کو لوٹا دے جن کے پاس غذا نہیں ہے۔ [المحلی: 157]

آپ غور کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ عطا کر دیجیے یا بخش دیجیے بلکہ لوٹانے کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس لفظ کے استعمال سے یہ وضاحت فرما دی کہ تم حقداروں کو ان کا حق لوٹا رہے ہو کوئی احسان تو نہیں کر رہے ہو۔ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک جنس اور مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا حتی کہ ہمیں یقین آ گیا کہ فالتو مال پر ہمارا کوئی حق نہیں رہا۔

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے ایک سال جب غلے کا شدید قحط ہوا، احکام صادر کیے کہ میں نے غلہ سٹاک کرنے کے مختلف مرکز بنا دیئے ہیں اور وہ تمام لوگ جن کے گھروں میں غلہ پڑا ہے، ان مرکزوں میں اس غلے کو اکٹھا کر دیں۔ سیدنا ابوعبیدہؓ ہر گھر کے افراد کے تناسب کے اعتبار سے اس غلے کو مساوی طور پر تقسیم فرماتے رہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے ان جاگیرداروں کو اس غلے کا کونسا معاوضہ دیا تھا۔ بلال بن حارث المزنیؓ کو ایک بہت بڑا رقبہ رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا۔ سیدنا عمرؓ نے جب زرعی اصلاحات شروع کیں تو زمین کا وہ حصہ جسے وہ کاشت نہ کر سکے، ان سے چھین لیا اور مسلمانوں میں بانٹ دیا۔ یہ واقعہ ''کتاب الخراج'' میں بھی لکھا ہے اور ''کنز العمال'' میں بھی ہے۔ میں پھر اس بات کی وضاحت کرتا ہوں کہ سیدنا بلال بن حارثؓ کو سیدنا عمرؓ نے اس چھینی ہوئی زمین کا کوئی معاوضہ نہ دیا تھا۔ بعض دوستوں نے کہا کہ یہ باتیں تو درست ہیں لیکن ان باتوں کو ذاتی انتقام کیلئے استعمال کیا جائے گا۔ اس لیے ان باتوں کا اظہار نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ذاتی انتقام کیلئے تو تمام تعزیرات کو استعمال کیا جا سکتا ہے، تو کیا اس خدشے کی بنا پر تمام تعزیرات میں تحریف اور تاویل کی جائے۔ اگر کوئی احکام الٰہی کو ذاتی انتقام کی خاطر استعمال کرتا ہے تو وہ اللہ اور معاشرے کے سامنے جوابدہ ہے اور اللہ کے قانون جزا اور سزا سے بچ نہ سکے گا۔

سب کچھ لٹا دیا

اُم المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حجاز کی ممتاز خاتون تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ جب اس ہمہ گیر اور بھرپور انقلاب کو برپا کرنے کا کام آپؐ نے شروع کیا تو ان کا کاروبار مندا پڑنے لگا۔ جب آپؐ نے یہ آوازہ بلند کیا کہ تمام انسان اللہ کی نظر میں برابر ہیں۔ سیدنا بلال حبشیؓ سرداران قریش سے افضل ہے تو عربوں کی حمیت جاہلیہ کو سخت دھچکا لگا۔ پھر ہمہ تن انقلاب کے کام میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو تجارت کا کام بند کر دینا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ اور سیدہ خدیجہؓ کے پاس جس قدر اندوختہ تھا، اسلام پھیلانے کی خاطر خرچ کر ڈالا۔ تمام اثاثہ اس راہ میں لٹا دیا گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب رسول اللہ ﷺ تبلیغ کیلئے طائف تشریف لے گئے تو آپؐ کے پاس سواری کیلئے کوئی جانور بھی نہ تھا۔

سرداران قریش نے جب اس تحریک کو شدت سے ابھرتے ہوئے اور جھوٹی قدروں کو مسمار ہوتے ہوئے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو حجاز کا حکمران بنانے کیلئے تیار ہو گئے اور کہا کہ ہم آپ کو اپنا فرمانروا بنا لیں گے،

ہم عرب کی حسین ترین عورت آپؐ کے نکاح میں دینے کیلئے تیار ہیں، ہم دولت کے ڈھیر آپؐ کے قدموں میں لگا دیں گے بشرطیکہ آپ اسلامی نظریہ حیات کے پرچار سے باز آ جائیں۔ مگر اس انسان نے جو تمام کائنات کی فلاح و بہبود کیلئے اٹھا تھا اور جو دونوں جہاں کی سعادتیں بنی نوع انسان کی جھولی میں ڈالنا چاہتا تھا، ان تمام پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور گالیاں اور پتھر کھانے پر راضی ہو گیا۔

قریش اور عرب کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ ہم تمہارے پاس کیسے آ کر بیٹھیں، تمہاری مجلس میں ہر وقت غریب، مفلس اور نچلے طبقے کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹاؤ تو ہم آ کر بیٹھیں گے، مگر وہ انسان جو رنگ، نسل، خون اور خاک کے بتوں کو توڑنے کیلئے آیا تھا، اس نے ان سرداروں کی خاطر غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا۔

تمام انسانوں کیلئے یکساں رحمت تھے

اس تحریک کی ایک ابھری ہوئی خصوصیت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے قبیلے، اپنے خاندان کے مفاد کو بنی نوع انسان کے مفاد پر ترجیح نہ دی۔ آپؐ ہر قسم کی کنبہ پروری اور اقربا نوازی سے برتر رہے۔ اسی بات نے دنیا والوں کو یقین دلایا کہ آپؐ تمام اقوام کیلئے سراپا رحمت بن کر آئے ہیں۔ اسی وجہ سے آپؐ کی آواز پر ہر قسم کے انسانوں نے لبیک کہا۔ اگر آپؐ اپنے گھرانے کی برتری کیلئے کام کرتے تو غیر ہاشمیوں کو کیا پڑی تھی کہ آپؐ کا ساتھ دیتے؟ اگر آپؐ کو یہ فکر لاحق ہوتی کہ قریش کی برتری اور اقتدار کو کسی طرح بچالوں تو غیر قریش عربوں کو کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ وہ اس کام میں شریک ہوتے۔ اگر آپؐ عرب کا بول بالا کرنے کیلئے اٹھتے تو سیدنا بلال حبشیؓ اور سیدنا صہیب رومیؓ اور سیدنا سلمان فارسیؓ کو کیا پڑی تھی کہ آپ کا ساتھ دیتے۔ وہ بات جس کی وجہ سے تمام بنی نوع انسان آپ کی طرف کھنچتے چلے آئے۔ آپؐ کی بے لوث اللہ پرستی تھی اور آپ کا تمام ذاتی، خاندانی اور نسلی مفادات سے بلند و برتر ہونا تھا۔

جب آپؐ نے یہ آوازہ بلند کیا کہ سیدنا بلال حبشیؓ سرداران عرب سے افضل ہیں اور ہر طرح کی فضیلت اور شرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر ہے اور قریشی اور ہاشمی ہونے کی بنا پر تمہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، تو قریش اور عرب کے سردار رسول اللہ ﷺ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ آپؐ کے قتل کی سازشیں کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ کو خیر باد کہنا پڑا۔ جب آپؐ مکہ سے جا رہے تھے اور آپ ﷺ نے سیدنا علیؓ سے کہا: علیؓ! تم یہیں رہ جاؤ، یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں ان کی امانتیں لوٹا دینا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے جانی دشمنوں اور خون

کے پیاسوں کی امانتیں بھی لوٹا دینے والے اور ہم سیاست کی بنیادیں غنڈہ گردی اور شہدا پن پر قائم کرنے والے، ہمیں رسول اللہ ﷺ سے کیا نسبت؟

جب مکہ فتح ہوا تو آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھانے والے، آپؐ پر اوجھڑیاں پھینکنے والے، آپؐ کے قتل کی سازشیں کرنے والے سب سر جھکائے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (اذھبوا أنتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم) "جاؤ میں تم سب کو رہا کرتا ہوں، آج کے دن کے بعد تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔"

آج بات ختم ہو گئی اور میں نے تم سب کو معاف کیا۔ بات بات پر اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ کہنا کہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا، حد درجہ غیر اسلامی بات ہے۔ یہ فقرہ ابوجہل اور ابولہب کہتے تھے کہ ہم تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ پس ہر وہ شخص جو بار بار اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ کہتا ہے کہ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا، وہ ابوجہل اور ابولہب کے طریقے پر کاربند ہے۔

منتشر اجزاء کو مرتب کیا

محمدیؐ انقلاب کی ایک ابھری ہوئی خصوصیت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاشرے کے اجزا کو مرتب اور مربوط کیا اور اسے باطل سے ٹکرا دیا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ جوانوں کو بوڑھوں سے ٹکرا دیا اور GENERATION GAP کا سوال پیدا کر دیا ہو۔ انہوں نے یہ نہیں کیا کہ غریبوں کو امیروں سے بھڑا دیا ہو۔ انہوں نے یہ نہیں کیا کہ مزدوروں کو صنعتکاروں سے اور کسانوں کو زمینداروں سے ٹکرا دیا ہو اور معاشرے کے مختلف طبقوں کو آپس میں گتھم گتھا کر دیا ہو جیسا کہ کارل مارکس اور لینن نے کیا۔ آپؐ نے جوانوں سے کہا کہ بوڑھوں کے سفید بالوں کا خیال کرو، آپؐ نے بوڑھوں سے کہا کہ بچوں پر شفقت کرو۔ (من لم یوقر کبیرنا و لم یرحم صغیرنا فلیس منا)[مسند احمد] "جو بڑوں کا احترام نہیں کرتا اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنا سب کچھ معاشرے کی فلاح و بہبود پر لگا دیا تو اپنے قائد کے اس ایثار کو دیکھ کر معاشرے کے متمول افراد کے اندر غریب پروری کا جذبہ خود بخود ابھرنے لگا اور کسی جبر اور تشدد کے بغیر بلکہ شدید رضاء و رغبت کے ساتھ معاشرے کی خوشحالی پر بے دریغ خرچ کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے امیروں سے کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ مال و منال ہے، سب اللہ کا بخشا ہوا ہے اور غریبوں کا تمہارے مال میں حق ہے۔ ان کا حق ان کو لوٹا دو۔ یوں رسول اللہ ﷺ نے معاشرے کے مختلف طبقوں کو باہم متحد اور منظم کیا اور حق کی حمایت میں باطل کے خلاف سب کو صف آرا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (واللہ لیتمن اللہ ھذا الأمر حتی یسیر الراکب

من المدینة الی حضر موت لا یخاف الا الله عزوجل والذئب علی غنمه و لکنکم تستعجلون)[مسند أحمد] ''اللہ کی قسم دعوت اسلام کا جو کام ہوا ہے پایہ تکمیل کو پہنچ کر رہے گا۔ یہاں تک کہ صنعا، یمن سے حضرموت تک مسافر چلا جائے گا اور اسے کسی کا کھٹکا نہ ہوگا۔''

سیدنا عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لَتُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى)[صحیح بخاری، مسند أحمد] وہ وقت یقینی طور پر آنے والا ہے جب کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں پر ڈھیر ہوں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے جب یہ الفاظ فرمائے مسلمانوں کی بے چارگی کا یہ حال تھا کہ خود ان کے وطن کے دروازے ان پر بند تھے، قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا نام سن کر متعجب ہوئے۔ سیدنا عدی بن حاتمؓ ضبط نہ کر سکے۔ حیران ہو کر پوچھا: کون کسریٰ؟ کسریٰ بن ہرمز شہنشاہ ایران؟ فرمایا: ''ہاں وہی اور کون؟'' آپؐ نے فرمایا عدی: (لئن طالت بک حیاة لترین الرجل یخرج مل کفه من ذهب یطلب من یقبله فلا یجد احدا)''[صحیح بخاری] ''یعنی عدی تمہیں اس پر تعجب کیوں ہے؟ اگر تم زندہ رہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اسلامی معاشرے کی خوشحالیوں کا یہ حال ہوگا کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا لے کر صدقہ و خیرات کیلئے نکلے گا مگر کوئی خیرات لینے والا نہ ملے گا، سب آسودہ حال ہوں گے۔''

عدیؓ کہتے ہیں کہ میں زندہ رہا اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے فتح ایران کے بعد کسریٰ کے خزانہ کو کھولا اور صحابہؓ نے اسلامی معاشرے کی خوشحالی کا وہ دور دیکھا کہ صدقہ و خیرات لینے والا کوئی شخص نہ ملتا تھا۔ محمدیؐ انقلاب امن اور سلامتی، آسودگی اور خوشحالی کا ضامن ہے، ایک لمحے کیلئے غور کیجئے کہ اپنے آقا ﷺ سے بے وفائی کر کے ہم نے کیا پایا ہے۔ چوریاں اور ڈکیتیاں جن کے تذکرے سے آدھا اخبار بھرا ہوتا ہے۔ افلاس، بھوک، چیتھڑے اور دھجیاں۔

ساتھیو! وقت کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ اس ملک میں محمدیؐ انقلاب برپا کرنے کیلئے ہم اپنا مال، اپنا وقت، اپنی توانائی، اپنی تمام جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو کھپا دیں، نتائج کو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ تمام عواقب اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر اس عظیم مقصد کیلئے جسم و جان کی بازی لگا دینی چاہیے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اس جاں کی تو کوئی بات نہیں